قوّالی کی شرعی حیثیت



امام المناظرہ استاذ العرب والعجم
علامہ
عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ جمال کرم لاہور

نام کتاب .... قوالی کی شرعی حیثیت

مصنف .... امام المناطقہ علامہ عطا محمد بندیالویؒ

تاریخ اشاعت .... اپریل 2003ء

تعداد .... گیارہ سو

زیر اہتمام .... ایم احسان الحق صدیقی

ناشر .... مکتبہ جمال کرم لاہور

قیمت .... [redacted] روپے

ملنے کے پتے

- ضیاء القرآن پبلی کیشنز، داتا گنج بخش روڈ لاہور
- ضیاء القرآن پبلی کیشنز 14 انفال پلازہ، اردو بازار کراچی
- فرید بک سٹال، اردو بازار لاہور
- احمد بک کارپوریشن عالم پلازہ کمیٹی چوک، راولپنڈی
- مکتبہ المجاہد دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ سرگودھا

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

مختصر حالات

استاذ الاساتذہ ملک المدرسین حضرت علامہ الحاج مولانا عطا محمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ۔ آپ متقدمین اساتذہ کی عظیم یادگار اور موجودہ دور کے اکابر فن میں نہایت قد آور شخصیت ہیں۔ اس وقت ملک پاک کے اکثر و بیشتر مدارس دینیہ میں آپ کے بلاواسطہ یا بالواسطہ تلامذہ خدمات تدریس انجام دے رہے ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۹۱۸ء کو پدھراڑ ضلع سرگودھا میں ہوئی۔ آپ کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا علی محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ جنہوں نے تمام کتب درسیہ آپ سے پڑھیں اور دورہ حدیث بریلی شریف میں حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ سے پڑھا، عالم جوانی میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ نے دسنال ضلع جہلم میں حافظ الٰہی بخش صاحب سے قرآن مجید حفظ کر لیا۔ وہیں مولانا قاضی محمد بشیر صاحب سے فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ ۱۹۳۳ء میں استاذ العلماء مرجع الفقہاء مولانا یار محمد صاحب بندیالوی قدس سرہ (متوفی ۱۳۶۳ھ، ۱۹۴۷ء) کی خدمت میں بندیال ضلع سرگودھا حاضر ہوئے۔ جہاں سات سال کے عرصہ میں کتب صرف، نحو اور فقہ کے علاوہ اصول فقہ سے حسامی اور منطق سے قطبی وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ اس عرصے میں خدمت استاذ میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ حتیٰ کہ استاذ العلماء کی علالت کے دوران چھ ماہ تک اسباق نہ ہو سکے، عقیدت اور نیاز مندی کی فراوانی کی وجہ سے کسی اور جگہ جانے کا خیال تک نہ آیا اور حسب سابق برابر خدمت گزاری میں مصروف رہے۔ آخر خود حضرت استاذ العلماء کے فرمانے پر آپ علامہ زماں مولانا مہر محمد صاحب قدس سرہ کی خدمت میں اچھرہ

لاہور چلے گئے۔ تعطیلات کے موقعہ پر پہلے استاذ مکرم کی خدمت میں بندیال حاضری دیتے، اس کے بعد گھر جاتے۔

دو سال اچھرہ رہ کر معقولات کی آخری کتابیں پڑھیں۔ پھر انہی (گجرات) چلے گئے لیکن وہاں صرف چھ ماہ رہ کر واپس لاہور آگئے۔ ان دنوں مولانا محب النبی صاحب دامت برکاتہم العالیہ جامعہ نعمانیہ (لاہور) میں مسند تدریس پر فائز تھے۔ چند ماہ میں ان سے شمس بازغہ، شرح عقائد اور خیالی وغیرہ کتابیں پڑھیں۔

مولانا محب النبی صاحب جلیل القدر فاضل ہونے کے باوجود نہایت منکسر المزاج اور تکلف سے بے نیاز شخصیت ہیں۔ جبہ و کلاہ اور ظاہری آرائش سے انہیں قطعاً کوئی سروکار نہیں۔ راقم سطور نے ایک دفعہ ان سے دریافت کیا کہ "حضرت مولانا عطا محمد صاحب بندیالوی نے آپ سے کچھ پڑھا ہے؟"۔ تو فرمانے لگے۔ "انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ میرے چند اسباق رہتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس سال پڑھ لئے جائیں۔ تاکہ آئندہ سال مستقل طور پر صرف نہ کرنا پڑے تو میں نے انہیں کہا کہ میرے ساتھ تکرار کر لیا کریں اور اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو پوچھ لیا کریں۔" وہ یہ باتیں کر رہے تھے اور میں حیرت سے انہیں دیکھ رہا تھا کہ وقت کے ایک بہت بڑے فاضل کے استاذ ہونے پر فخر و ناز کرنے کی جائے اس سادگی سے واقعہ کو بیان کر دیا گویا یہ کوئی بات ہی نہ ہو۔

حضرت خواجہ غلام محی الدین صاحب دامت برکاتہم العالیہ زیب سجادہ عالیہ گولڑہ شریف کی معیت میں جب آپ بغداد شریف کی حاضری سے مشرف ہوئے تو حضرت مولانا شیخ عبدالقادر آفندی خطیب جامع امام اعظم (بغداد شریف) سے حدیث و فقہ کی سند حاصل کی۔ یہ ۱۹۴۸ء کا واقعہ ہے۔

غالباً ۱۹۴۰ء میں تمام علوم مروجہ کی تحصیل سے فارغ ہو کر مسند تدریس پر فائز ہوئے۔ پہلے سال جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور میں فرائض تدریس انجام دینے کے بعد سال کے آخر میں رئیس المدرسین حضرت مولانا غلام محمود صاحب قدس سرہ صاحب تحفہ سلیمانیہ حاشیہ تکملہ و نجم الرحمٰن لرجم حزب الشیطان کے پاس بھیرہ (سرگودھا) حاضر ہوئے اور تصریح شرح چغمینی وغیرہ کا درس لیا۔ یہاں صرف ڈیڑھ ماہ قیام فرمایا۔ جامعہ فتحیہ اچھرہ میں دو سال تدریس کے بعد آپ کو حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف میں بلالیا۔ یہاں ایک سال قیام کے بعد ایک سال مدرسہ اسلامیہ رانیاں (حصار) رہے۔ تین سال بھیرہ (سرگودھا)، ایک سال جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف، تقریباً آٹھ سال ضیاء شمس الاسلام سیال شریف اور اس کے بعد اب تک جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال (سرگودھا) میں فرائض تدریس انجام دے رہے ہیں۔

آپ اس دور میں معقولات و منقولات کی تدریس میں منفرد مقام رکھتے ہیں۔ ہر سال معقول و منقول کی انتہائی کتابوں کا درس دیتے ہیں جو اپنی مثال آپ ہوتا ہے۔ آپ کو اگر دنیائے تدریس کا سلطان کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔ آپ کی شہرت اور مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ ہر صاحب علم آپ کے کمال تدریس کا معترف نظر آتا ہے۔ علوم عقلیہ کا ذوق آپ کی طبیعت پر غالب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی زیادہ تر شہرت معقولات ہی میں ہے۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ معقولات کی طرح منقولات کے پڑھانے میں بھی یکتا ہیں۔ راقم الحروف غالباً ۱۹۵۹ء میں حضرت قبلہ شیخ الحدیث مولانا سردار احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں لائل پور حاضر ہوا تو فرمانے لگے۔ کہاں پڑھتے ہو؟ عرض کیا بندیال۔ پھر پوچھا کیا پڑھتے ہو؟ عرض کیا "شرح

جامی، مختصر المعانی اور تکملہ عبد الغفور" یہ سن کر مسکراتے ہوئے فرمایا۔

بندۂ خدا! منطق و معقول کے گھر میں رہ کر منطق کا کوئی سبق شروع نہیں کیا؟ راقم کا بندیال میں یہ پہلا سال تھا۔ فقیر اس سے پہلے مختصر المعانی مختلف مقامات سے تین چار اساتذہ سے پڑھ چکا تھا۔ کسی کتاب کے ختم ہونے پر حضرت قبلہ استاذ صاحب نے فرمایا۔ اب مختصر المعانی شروع ہو گی۔ تم بھی اس میں شریک ہو جانا میں نے عرض کیا کہ میں مختصر المعانی پڑھ چکا ہوں۔ فرمایا تم نے نہیں پڑھی۔ اب پڑھنا بلا مبالغہ جب میں نے چند اسباق پڑھے تو مجھے اس بات کا احساس ہوا کہ واقعی میں نے مختصر نہیں پڑھی تھی اور اب یوں محسوس ہوتا تھا کہ خود مصنف اپنی کتاب پڑھا رہا ہے اور کتاب کے ہر مخفی گوشے کو بے نقاب کئے جا رہا ہے۔

علوم دینیہ کی تدریس سے آپ کو عشق کی حد تک لگاؤ ہے۔ سلف صالحین کی طرح نام و نمود سے کوئی علاقہ نہیں رکھتے۔ ایک دفعہ راقم سطور نے عرض کیا کہ آپ کوئی کتاب لکھ دیں۔ اس سے خلق خدا کا فائدہ بھی ہو گا اور ایک یادگار بھی باقی رہے گی۔ بڑی سختی سے فرمایا۔ افادۂ عوام والی بات درست ہے لیکن یادگار والی بات کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔

آپ نہایت خلیق، ملنسار اور متواضع شخصیت کے مالک ہیں۔ باہمہ علم و فضل عجب، خود بینی اور ریا سے دور کا واسطہ بھی نہیں رکھتے۔ طلباء اور عوام سے نہایت سادگی اور بے تکلفی سے گفتگو فرماتے ہیں۔ مزاج میں حیرت انگیز تحمل ہے۔ اس کے باوجود دوران تدریس رعب اور دبدبے کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اچھے اچھے لائق طلباء دم بخود حاضر ہوتے ہیں۔ حق گوئی و حق پرستی آپ کا شعار ہے۔ تقویٰ و پرہیزگاری میں اپنی مثال آپ ہیں۔ نماز اس اطمینان سے ادا کرتے ہیں کہ صحابہ کرام کی یاد تازہ ہو جاتی

ہے، نماز صبح کے بعد دیر تک اوراد و ظائف میں مشغول رہتے ہیں۔ ناشتہ سے فارغ ہو کر ظہر تک اور ظہر سے عصر تک اسباق کا درس جاری رہتا ہے۔ صبح اور عصر کے بعد میل ڈیڑھ میل تک سیر کرنا آپ کے معمولات میں داخل ہے۔

۱۹۶۳ء میں آپ حج اور زیارت حرمین شریفین کے لئے گئے۔ حج سے واپسی کے بعد ذوق و شوق اور رقت میں بہت اضافہ ہو گیا۔ اہل بیت کرام کے ذکر پر آبدیدہ ہو جانا تو عام سی بات ہے۔ طلباء کی خیر خواہی اور ہمدردی آپ کی طبیعت ثانیہ ہے۔ اسباق کے علاوہ بھی شفقت اور لطف و کرم کا عام ظہور ہوتا رہتا ہے۔

ایک دفعہ مولانا غلام رسول صاحب سعیدی کو شدید کھانسی ہو گئی۔ بہت سارے دن گزر گئے لیکن مرض نہ گیا۔ آپ نے انہیں تاکیداً فرمایا کہ لاہور جا کر اپنا علاج کراؤ۔ صرف اسی پر اکتفانہ کیا بلکہ کچھ رقم خود دی اور کچھ مولانا فضل حق صاحب سے دلائی اور انہیں علاج کے لئے بھیجا۔ سعیدی صاحب کہتے ہیں کہ مجھے اتنی تاکید سے شاید والدہ صاحبہ نے بھی علاج معالجہ کے لئے نہیں کہا ہو گا، جتنی تاکید سے استاذ صاحب قبلہ نے فرمایا۔

اگرچہ آپ کی معنوی اولاد (تلامذہ) بہت زیادہ ہے۔ پھر بھی ہم سب کی آرزو اور دلی دعا تھی کہ مولائے کریم جل مجدہ حضرت استاذ صاحب قبلہ کو نرینہ اولاد عطا فرمائے۔ ایک عرصہ پہلے آپ کے ہاں ایک صاحبزادہ فدا محمد تولد ہوا تھا۔ مگر وہ صغر سنی میں ہی داغ مفارقت دے گیا۔ ان دنوں آپ گولڑہ شریف پڑھایا کرتے تھے۔ آخر دربار ایزدی میں دعائیں اور التجائیں قبول ہوئیں اور یکم رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ مطابق ۲ نومبر ۱۹۷۰ء کو سوموار کی شب ۱۲ بجے مولائے کریم جل شانہ نے ایک اور صاحبزادہ عطا فرمایا۔ جس کا نام فداء الحسن رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں عمر خضری اور طالع

سکندری عطا فرمائے۔

جناب صوفی اصغر علی صاحب اصغر نے اس موقعہ پر پنجابی میں ایک قصیدہ لکھا۔ جس کے چند شعر درج ذیل ہیں۔

عطاء اللہ دی عطا محمدی اے سنیاں نیک فرزند عطا ہویا
گولا گولڑے دا کرم چشتیاں دا، مہر پاک دا صدقہ فدا ہویا
غوث پاک دیاں کرم نوازیاں تھیں، پورا اج بڑھاپے دا چاہویا
قدرت دتی ضعیف نوں بخش لاٹھی آخر وقت وچہ فضل خدا ہویا
سن کے خوشی دا رہیانہ کوئی حد بنہ سجدے شکر دے پیا گزار ڈاہاں
اصغر اپنے استاد دے باغ اندر، میں طالب سدا بہار داہاں

آپ ان معدودے چند افراد میں سے ہیں جنہوں نے فرائض تدریس کو کماحقہ انجام دیا۔ آپ کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے عمر عزیز کے شب و روز محض تدریس میں صرف کر دیئے۔ وعظ و خطابت اور تصنیف و تالیف کی طرف بہت ہی کم توجہ فرمائی۔

ذیل میں آپ کی چند تدریسی خصوصیات پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) بیسیوں دفعہ درسی کتب پڑھانے کے باوجود ہر کتاب باقاعدہ مطالعہ کر کے پڑھاتے ہیں۔ پھر یہی نہیں کہ کتاب پر ایک سرسری نگاہ ڈال لی بلکہ نظر غائر سے ملاحظہ فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ گرمیوں کے موسم میں آپ نے ہدایہ اخیرین کا مطالعہ شروع کیا۔ ادھر راقم الحروف نے بھی کتاب دیکھنا شروع کی۔ مطالعہ کرنے کے بعد دیکھا تو پتہ چلا کہ آپ ابھی کتاب ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ہر دفعہ نئے نئے مضامین بیان فرماتے ہیں۔

(۲) طلباء سے مطالعے کی سخت پابندی کرواتے ہیں۔ کسی طالب علم کے متعلق اگر محسوس کر لیں کہ اس نے پوری طرح مطالعہ نہیں کیا تو اسے اچھی خاصی سرزنش فرماتے ہیں۔ اسلئے وہاں غیر محنتی طالب علم کی بہت کم گنجائش ہوتی ہے۔

(۳) مشکل سے مشکل مقام کو اس خوش اسلوبی سے بیان فرماتے ہیں کہ اس مطلب کے مشکل ہونے پر اعتبار نہیں آتا۔ انداز بیان ایسا پاکیزہ اور سہل ہوتا ہے کہ ہر بات دل و دماغ میں اترتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ "عبدالغفور" نحو کی ایک مشکل ترین کتاب ہے۔ اس کا ایک مقام پڑھتے وقت راقم حسن بیان سے مسحور ہو کر رہ گیا تھا جس کا اثر آج تک دل میں محسوس ہوتا ہے۔ بس یوں سمجھئے کہ نظریات کو بدیہی کر دکھاتے ہیں۔

(۴) جب تک پڑھنے والے کو شرح صدر حاصل نہ ہو جائے اس وقت تک انہیں اطمینان نہیں ہوتا۔ بعض اوقات ذہین طلباء کسی مطلب کے تکرار کو طوالت سمجھنے لگتے ہیں۔ لیکن آپ کے پیش نظر ہر قسم کے طلباء ہوتے ہیں۔ اس لیے آپ بالکل اکتاہٹ محسوس نہیں کرتے۔ حد یہ کہ ان کی نظر عبارت کے ہر گوشہ پر ہوتی ہے اور اس بات کو روا نہیں رکھتے کہ کسی پہلو کو نظر انداز کر دیا جائے۔

(۵) طلباء کے سامنے ان کی تعریف نہیں کرتے، چاہے وہ کتنا ہی لائق و فائق کیوں نہ ہو۔ خاص طور پر جو طالب علم ان کی زیادہ خدمت کرے، اس کی بہت کم رعایت کرتے ہیں۔ اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ طلباء میں خواہ مخواہ غرور پیدا نہیں ہوتا بلکہ جذبہ محنت بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ رئیس الاذکیاء مولانا محمد اشرف صاحب سیالوی نے جب وزیر آباد جا کر دورہ قرآن اور لائل پور دورہ حدیث پڑھا۔ اور دیگر مدارس کے طلباء کی علمی قابلیت کا جائزہ لیا تو ایک موقعہ پر بطور خوش طبعی کہا کہ۔

"باہر جا کر پتہ چلا کہ ہم بھی علامہ ہیں، ورنہ یہاں (بندیال) تو

استاد صاحب نے ہمیں احساس ہی نہیں ہونے دیا کہ ہمیں بھی کچھ آتا ہے"۔

(۶) تعلیم علوم کے ساتھ ساتھ طلباء کی اخلاقی اور عملی اصلاح پر بھی خاص توجہ فرماتے ہیں۔ اکثر طور پر نقائص کی نشاندہی فرما کر اخلاق صالحہ اور اعمال حسنہ کی ہدایت فرماتے رہتے ہیں۔

ایک دفعہ مولانا حافظ شاہ محمد صاحب ایک جگہ تدریس کے لئے جانے لگے تو آپ نے دیگر ہدایات کے علاوہ خاص طور پر فرمایا۔ "طلباء سے اوقات تدریس کے علاوہ زیادہ اختلاط نہ رکھنا۔ اس سے بہت سی خرابیوں کے پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ دور طالبعلمی میں تمام طلباء سے بے تکلفی اور عام اختلاط ہوتا ہے۔ اسلئے دور تدریس میں اس عادت کا چھوڑنا خاصا دشوار ہوتا ہے۔ مزید فرمایا کہ اگر ہو سکے تو اپنے کپڑے بھی خود دھولیا کرنا"۔

(۷) دوران تدریس، مناسبت مقام سے اختلافی مسائل کی تحقیق بیان فرمانا آپ کی امتیازی خصوصیت ہے۔ شرح عقائد، خیالی، مسلم الثبوت اور بیضاوی وغیرہ میں مسئلہ امتناع کذب باری تعالیٰ کو شرح وبسط سے بیان فرماتے ہیں۔ مخالفین کے شبہات کا رد اور اہل سنت وجماعت کے دلائل زوردار طریقے سے بیان فرمایا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ مسئلہ نور، علم غیب، حاضر وناظر وغیرہ مسائل کو نہایت مدلل انداز میں بیان فرمایا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے تلامذہ راسخ الاعتقاد اور مسلک اہل سنت وجماعت پر مضبوطی سے کاربند واقع ہوئے ہیں۔ ایک دفعہ فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اہل سنت وجماعت میں پیدا فرمایا۔ کہیں گستاخوں کے گروہ میں شامل نہیں فرمایا"۔

جناب ملک فضل الرحمٰن صاحب (بندیال) کٹر قسم کے دیوبندی تھے۔

دیوبندیوں کی طرف سے بعض اوقات علماء اہل سنت کو مسائل اختلافیہ پر گفتگو کرنے کا چیلنج بھی دیا کرتے تھے۔ جناب ملک الٰہی بخش صاحب کے ذریعے حضرت استاذ مکرم کے درس میں شریک ہونے کا اتفاق ہوا۔ حضرت استاذ مکرم کے منصفانہ اور عالمانہ بیانات اور زوردار دلائل نے ان کے ذہن کا رخ بدل دیا۔ ملک صاحب، زید مجدہ بفضلہ تعالیٰ وکرمہ غلط عقائد سے تائب ہو گئے، ڈاڑھی رکھ لی اور کئی سال تک باقاعدہ درس حدیث میں شریک ہوتے رہے۔ ماشاء اللہ اب تو پورے مولوی اور عالم دکھائی دیتے ہیں۔

ایک دفعہ ایک دیوبندی مولوی نے بندیال میں تقریر کی اور اپنے گستاخانہ خیالات کا اظہار کیا۔ اتفاق دیکھئے کہ اس کی پوری آواز استاذ صاحب قبلہ تک پہنچتی رہی باوجودیکہ آپ تقریر میں دلچسپی نہیں لیتے۔ لیکن اس موقع پر دینی حمیت جوش میں آگئی۔ کرائے کا وہی لاؤڈ سپیکر لاکر اہل سنت کی مسجد میں نصب کیا گیا۔ آپ نے بعد از نماز عشاء ساڑھے تین گھنٹے ایسی مدلل تقریر فرمائی کہ عوام وخواص عش عش کر اٹھے۔ آپ کے سامنے میز پر کتابوں کا انبار لگا ہوا تھا۔ آپ تقریر کر رہے تھے اور کتابوں کے حوالہ جات دکھاتے جا رہے تھے۔ اس کے بعد گمان تھا کہ مخالفین مخالفانہ کارروائی کریں گے مگر کسی کو دم زدن کی مجال نہ ہوئی۔

کچھ عرصہ بعد بندیال کے ایک دیوبندی مولوی نے علماء اہل سنت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر وہ مناظرہ کرنا چاہیں تو ہم تیار ہیں۔ بندیال کے ایک ملک صاحب (ملک خان) نے کہا ایسی بات مت کرو ورنہ مولانا عطا محمد صاحب کتابیں لے کر آجائیں گے۔ پھر تم سے کچھ بھی نہ ہو سکے گا۔ اس پر وہ مولوی صاحب چپ ہو کر رہ گئے۔

آپ کی جامع الصفات شخصیت اس قدر پرکشش ہے کہ ایک دفعہ شریک

درس ہونے والا طالب علم دوسری طرف کا رخ نہیں کرتا۔ مولانا مظفر اقبال ابن حضرت مولانا مفتی غلام جان رحمۃ اللہ تعالیٰ (لاہور) کچھ عرصہ آپ سے پڑھتے رہے۔ بعد ازاں بعض ناگزیر وجوہ کی بناء پر حاضر خدمت نہ ہو سکے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ کسی اور جگہ باقاعدگی سے سلسلہ تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ اسی طرح صوفی احمد علی صاحب تصریح شروع کرنا چاہتے تھے لیکن بہت دیر تک شروع نہ ہو سکی۔ انہوں نے ایک حکیم صاحب کے متعلق سنا کہ وہ افق المبین وغیرہ کتابیں پڑھاتے ہیں۔ حکیم صاحب کے پاس جانے کے لئے رخت سفر باندھا۔ وہاں گئے لیکن مقصد حاصل نہ ہوا۔ پھر لاہور چلے گئے۔ لیکن چندماہ بعد پھر بندیال پہنچ گئے۔

طلباء پر بے انتہا شفیق ہونے کے باوجود استغنا بھی درجہ کمال کو پہنچا ہوا ہے۔ ایک دفعہ فرمانے لگے "طلباء کی مثال ٹوپیوں کی سی ہے۔ سر سلامت ہونا چاہیئے ٹوپیاں بہت مل جاتی ہیں"۔

ایک دفعہ کسی کتاب کے ختم ہونے پر چھ سات بڑے بڑے طلباء نے مل کر خیالی شروع کرانے کی درخواست کی لیکن آپ نے فرمایا۔ اب رسالہ قطبیہ شروع کرایا جائے گا۔ انہوں نے گزارش کی کہ خیالی تمام شرکاء نے پڑھنی ہے۔ جبکہ رسالہ قطبیہ دو ایک کے علاوہ سب پڑھ چلے ہیں۔ استاذ صاحب نے فرمایا "جس نے پڑھنا ہے پڑھے۔ جو نہیں پڑھنا چاہتا نہ پڑھے" چنانچہ رسالہ قطبیہ شروع ہو گیا۔ ان طلباء میں سے کسی نے یہ سوچا تک نہیں کہ ہمارا سبق شروع نہیں ہوا۔ لہذا ہم کسی اور جگہ چلے جائیں۔ بلکہ اکثر و بیشتر نے اسی رسالہ قطبیہ کا سماع شروع کر دیا۔" اس واقعے سے طلباء کی عقیدت اور وابستگی کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کمال علم وفضل کے ساتھ ساتھ ایسے کئی واقعات ملتے ہیں جن سے آپ کی شان عبقریت کا پتہ چلتا ہے۔

آپ نوعمری میں ہی غوث زمانہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرہ العزیز کے دست اقدس پر بیعت ہو گئے تھے۔ پھر جب تحصیل علوم سے فراغت کے بعد بغداد شریف حاضر ہوئے تو حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار اقدس کے پاس حضرت خواجہ غلام محی الدین صاحب جانشین حضرت سیدنا پیر مہر علی صاحب گولڑوی قدس سرہٗ کے ہاتھ پر دوبارہ بیعت کی۔ حضرت استاذ مکرم نے ایک دفعہ فرمایا کہ اکثر لوگ حضور اعلیٰ پیر مہر علی شاہ صاحب قدس سرہ کو "حضرت صاحب" اور موجودہ سجادہ نشین صاحب کو صاحبزادہ صاحب کہتے تھے۔ مجھے یہ بات ناپسند گزرتی تھی۔ اس لئے میں نے موجودہ حضرت صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ کو اپنے شیخ سے بے پناہ عقیدت ہے۔ آپ ہر سال کم از کم ایک مرتبہ ضرور گولڑہ شریف حاضری دیتے ہیں"۔ اس کے علاوہ فرید الملۃ والدین گنج شکر رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار پر انوار پر پاکپتن شریف عرس کے موقع پر کئی دفعہ حاضری دے چکے ہیں۔

اپنے اساتذہ سے بیحد عقیدت رکھتے ہیں۔ علماء اہل سنت کا ذکر بعض مسائل فقہیہ میں علمی اختلاف کے باوجود نہایت احترام سے کرتے ہیں۔ مولانا محمد اشرف صاحب سیالوی کی شادی کی تقریب پر سلانوالی تشریف فرما تھے۔ دوران گفتگو علامہ نبھانی قدس سرہ کی تالیف لطیف "جواہر البحار" کا ذکر آگیا تو فرمانے لگے۔

"عربی میں علامہ نبھانی، فارسی میں شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور اردو میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ ان حضرات نے علو شان رسالت کو خوب خوب بیان کیا۔ ان کی زندگی کا مشن ہی دربار رسالت میں گلہائے عقیدت پیش کرنا تھا"۔

آپ کی ذات گرامی اہل سنت و جماعت کے لئے نعمت عظمیٰ ہے۔ آپ نے اہلسنت وجماعت کو بلند پایہ مدرسین کی بہت بڑی جماعت عطا کی ہے۔ آپ کی نسبت تلمذ نہایت فیض رساں ہے۔ ملک پاک کے تقریباً ہر بڑے مدرسے میں آپ کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

چند تلامذہ کے اسماء درج ذیل ہیں۔

(۱) استاذ العلماء مولانا غلام رسول صاحب شیخ الحدیث جامعہ رضویہ لائل پور۔

(۲) مولانا محمد عبدالحق صاحب مہتمم جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال شریف (سرگودھا)

(۳) مولانا محمد اشرف صاحب سیالوی صدر مدرس ضیاء شمس الاسلام سیال شریف ضلع سرگودھا۔ (مصنف الکوثر شریف وغیرہ)

(۴) مولانا اللہ بخش صاحب مہتمم شمس العلوم مظہریہ رضویہ واں بھچراں۔ (میانوالی)

(۵) مولانا سید محمود احمد صاحب رضوی شارح بخاری و مدیر ماہنامہ رضوان لاہور

(۶) مولانا غلام رسول صاحب سعیدی صدر مدرس جامعہ نعیمیہ لاہور

(۷) مولانا پیر محمد اشرف صاحب قادری آستانہ عالیہ کھرپڑ شریف ضلع لاہور

(۸) مولانا پیر محمد صاحب مہتمم دارالعلوم معینیہ پشاور

(۹) مولانا فضل سبحان صاحب مہتمم جامعہ قادریہ بغداده، مردان

(۱۰) مولانا صاحبزادہ نور سلطان صاحب مہتمم جامعہ انوار باہو بھکر، میانوالی۔

(۱۱) مولانا صاحبزادہ سید غلام حبیب شاہ صاحب وڑچھ شریف۔ (سرگودھا)

(۱۲) مولانا حافظ غلام محمد صاحب تونسوی مدرس دربار عالیہ حسنیہ حسن آباد مظفر گڑھ

(۱۳) مولانا محمد بشیر صاحب۔ مدرس جامعہ غوثیہ کراچی نمبر ۱۶

(۱۴) مولانا صاحبزادہ جمال الدین صاحبؒ آستانہ عالیہ خواجہ آباد شریف

(۱۵) مولانا مقصود احمد صاحب ڈسٹرکٹ خطیب محکمہ اوقاف لاہور

(۱۶) مولانا قاری جان محمد صاحب مدرس جامعہ نعیمیہ، لاہور

(۱۷) مولانا محمد شریف صاحب مدرس اڈہ مریدوالا، لائل پور

(۱۸) مولانا عطا محمد صاحب قادری، مدرس جامعہ قطبیہ رضویہ جھنگ

(۱۹) مولانا فضل حق صاحب ناظم جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال

(۲۰) مولانا حافظ عطا محمد صاحب مدرس و خطیب جامع مسجد توکلی خوشاب

(۲۱) مولانا مظفر اقبال صاحب ابن مولانا مفتی غلام جان صاحب مدرس جامعہ نعمانیہ لاہور۔

(۲۲) مولانا محمد یعقوب صاحب ہزاروی مدرس جامعہ غوثیہ لالہ موسیٰ

(۲۳) مولانا غلام نبی صاحب مدرس جامعہ حنفیہ رضویہ سراج العلوم گوجرانوالہ

(۲۴) مولانا غلام محمد صاحب خطیب ٹنڈو قیصر، حیدر آباد

(۲۵) مولانا محمد رمضان صاحب خطیب جامع مسجد غلہ منڈی گوجرہ

(۲۶) مولانا محمد حنیف صاحب خطیب بغدادی جامع مسجد قائد آباد

(۲۷) مولانا امام الدین صاحب خطیب اعظم منڈی چوہڑکانہ

(۲۸) مولانا منظور احمد صاحب حافظ آباد

(۲۹) مولانا حافظ شاہ محمد صاحب (شادیہ)

(۳۰) مولانا شہباز خاں صاحب مرحوم

(۳۱) مولانا عبدالواحد صاحب (شادیہ)

(۳۲) مولانا حافظ فیروز الدین صاحب خطیب میمن مسجد کراچی

(۳۳) مولانا شیخ احمد صاحب چنیوٹ

(۳۴) مولانا محمد سعید صاحب اوکاڑہ

(۳۵) مولانا حیات شاہ صاحب خطیب ننکانہ

(۳۶) فقیر قادری محمد عبدالحکیم صاحب شرف انجمن اسلامیہ اشاعت العلوم چکوال

حضرت استاذ مکرم نے عمر شریف کا بہت بڑا حصہ تدریس میں صرف فرمایا۔ اسلئے تصنیف و تالیف کی طرف چنداں توجہ نہیں فرمائی۔ فارسی اشعار میں صرف کا ایک مختصر رسالہ "صرف عطائی" رمضان شریف کے بارے میں ریڈیو کی خبر نامقبول ہونے کے متعلق ایک رسالہ "مسئلہ امتناع کذب کے متعلق ایک مبسوط فتوی، مدارس عربیہ کے نصاب سے متعلق ایک مقالہ جو آپ نے جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں پڑھا اور مشائخ صوفیہ کے سماع کے جواز پر ایک رسالہ "قوالی کی شرعی حیثیت" وغیرہ وقتی حالات کے تحت تحریر فرما چکے ہیں۔ کاش اگر بعض درسی کتب پر حواشی تحریر فرمادیں تو وقت کی اہم ضرورت پوری کرنے کے ساتھ ساتھ ہزاروں اہل سنت کی دلی آرزوں کی تکمیل بھی ہو گی اور بندگان خدا عرصہ دراز تک ان سے فیضیاب ہوتے رہیں گے۔

آخر الذکر رسالہ "قوالی کی شرعی حیثیت" کو اس مقصد کے پیش نظر شائع کیا جارہا ہے کہ حضرت استاذ مکرم کی یہ تحریر محفوظ ہو جائے۔ اور اہل علم آپ کے علوم و معارف سے استفادہ کر سکیں۔ دراصل یہ ایک فتوی ہے جس میں نہایت اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ مولائے کریم حضرت استاذ مکرم کی دیگر تحریرات کو منظر عام پر لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری۔ چکوال ضلع جہلم۔ ۱۰ر محروم الحرام ۱۳۹۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ صلے اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ اجمعین

امابعد:۔ بندہ کی نظر سے ایک مراسلہ گزرا جس میں مشائخ کرام کے سماع اور قوالی کو حرام لکھا گیا ہے اور حد یہ ہے کہ مشائخ کی مجالس سماع میں شامل ہونے والے کے پیچھے نماز کو بھی منع کیا گیا ہے۔ اس لئے بندہ نے باوجود کثرت مشاغل کے اس مسئلہ کی وضاحت کا ارادہ کیا۔ مولیٰ جل جلالہ سے استدعا ہے کہ حق بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

تمہید:۔ ذیل میں بندہ چند مقدمات بطور تمہید ذکر کرتا ہے۔ ان مقدمات کو اصل مطلب میں بہت دخل ہے۔ لہٰذا ان مقدمات میں غور ضروری ہے۔

مقدمہ اولیٰ:۔ حرمت کے اثبات کے لئے ایسی نص کی ضرورت ہوتی ہے جو ثبوت اور دلالت کے اعتبار سے قطعی ہو۔ حرمت دلیل ظنی سے بھی ثابت نہیں ہوتی۔ چہ جائیکہ چند اقوال سے ثابت کی جائے۔

تلویح میں ہے۔ وان کان ترکہ اولیٰ فمع المنع عن الفعل بدلیل قطعی حرام یعنی جس فعل کو دلیل قطعی کیوجہ سے منع کیا گیا ہے وہ حرام ہے۔

علماء پر واضح ہے کہ دلیل قطعی قرآن کریم کی نص، خبر متواتر اور اجماع کے بعض افراد ہیں اور خبر واحد مفید ظن ہے۔

مقدمہ ثانیہ:۔ یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ کسی چیز کی شرائط مقرر کرنا شارع جل جلالہ یا شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حق ہے۔ ہم اپنے طور پر حلال اور حرام کی شرائط

مقرر کرنے کا ہرگز حق نہیں رکھتے۔

مقدمہ ثالثہ :۔ شرائط دو قسم کے ہوتے ہیں (۱) شرائط جواز (۲) اور شرائط اولویت۔ ہر دو شرائط کو خلط ملط کرنا کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔

مقدمہ رابعہ :۔ یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ سلاسل مشائخ میں طرق وصول مختلف ہیں۔ ہر ایک نے ایک طریقہ کو منتخب فرمایا۔ جو اس کے نزدیک راجح تھا اور ان کے درمیان بعض مسائل میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔ مشائخ کرام کا یہ اختلاف ائمہ اربعہ کے اختلاف کی طرح ہے کہ ہر امام نے کتاب و سنت سے اپنے اپنے مسلک پر استدلال قائم کیا ہے۔ بلکہ ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ ایک ہی آیت اور ایک ہی حدیث سے دو مختلف مطلب لئے گئے ہیں۔ مثلاً قرآم مجید میں ہے۔ وحمله وفصاله ثلثون شهراً امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ تمیں ماہ کو مدت حملہ اور مدت رضاعت کے مجموع پر محمول فرماتے ہیں کہ چھ ماہ اقل مدت حمل ہے اور دو سال مدت رضاع ہے۔ لیکن امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تمیں ماہ ہر ایک کی پوری مدت ہے۔ لہٰذا مدت رضاع اڑھائی سال ہے۔

بندہ کا مقصد اس مثال سے صرف اتنا ہے کہ اصل استدلال تو قرآن مجید اور حدیث شریف کے الفاظ سے ہوتا ہے۔ مفسرین اور شراح حدیث نے اپنے اپنے مختارات کے مطابق تفسریں اور شرحیں کی ہیں۔ لہٰذا صرف ایک تفسیر یا شرح کو لے کر دوسرے پر طعن بالکل نامناسب ہے۔ اب ان مقدمات کے بعد بندہ باب غناء میں اپنا دعویٰ پیش کرتا ہے۔

دعویٰ درباب غناء

غناء کے بارے میں، بندہ کا دعویٰ دس اجزا پر مشتمل ہے۔

جزء اول :۔ مشائخ صوفیہ کے نزدیک غناء مزامیر کے ساتھ ہو یا کہ بغیر مزامیر کے نہ تو مطلقاً جائز ہے اور نہ مطلقاً ناجائز۔

جزء ثانی :۔ غنا مع مزامیر مخصوص دنوں میں مثلاً عید اور نکاح وغیرہ میں مباح ہے بلکہ مخصوص دنوں میں غناء مع المزامیر سے انکار خلاف سنت ہے۔

جزء ثالث :۔ غنا کی حرمت پر کوئی حدیث صحیح نہیں ہے اور جن سے حرمت معلوم ہوتی ہے وہ سب حدیثیں غیر صحیح ہیں۔

جزء رابع :۔ غناء کا جواز مخصوص بادف نہیں ہے بلکہ جس آلہ سے کیا جائے مباح ہے۔

جزء خمس :۔ فقہا کرام کی غناء کے بارے میں تشدید حکمت زجر پر مبنی ہے۔

جزء سادس :۔ ائمہ اربعہ سے امام مالک اور شافعی اور احمد حنبل سب غنا سنتے تھے اور ائمہ احناف سے امام ابو یوسف اور داؤد طائی بھی سنتے تھے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے غناء کے ممنوع ہونے پر کوئی نص صریح نہیں ہے۔ بلکہ آپ کے بعض تلامذہ نے آپ کے ایک قول سے اس مسئلے میں کراہت مستنبط کی ہے۔

جزء سابع :۔ غنا جو کہ فواحش سے خالی ہو، عام ازیں کہ مزامیر کے ساتھ ہو یا کہ بغیر مزامیر کے صحابہ سے لیکر تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین تک مجالس غنا میں حاضر ہوتے تھے۔

جزء ثامن :۔ عید اور دوسرے مواقع خوشی پر غناء مع مزامیر لہو ولعب کے طور پر جائز ہے۔

جزء تاسع :۔ غنا کے جواز میں جو شرائط کتب فقہ میں مذکور ہیں، وہ شرائط اولویۃ ہیں

نہ کہ شرائط جواز اور یہ شرائط بھی متفق علیہا نہیں ہے۔

جزء عاشر:۔ غنا مع المزامیر میں اختلاف صوفیہ کے ماسوا میں ہے اور غناء صوفیہ تو بالاتفاق مباح بلکہ مستحب ہے۔

اب ہم اس دعوے کو مجمع اجزائہ دلائل سے ثابت کرتے ہیں اور مختلف دلیلوں سے مختلف اجزاء دعوی ثابت کئے جائیں گی۔

دلیل اول

بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے۔

عن عائشة قالت ان ابابكر دخل عليها وعندها جاريتان في ايام منىٰ تدففان وتضربان وفي رواية تغنيان بما تقاولت الانصار يوم بعاث والنبي ﷺ متغش بثوبه فانتهرهما ابوبكر فكشف النبي ﷺ عن وجهه فقال دعهما يا ابابكر فانها ايام عيد وفي رواية يا ابابكر ان لكل قوم عيداً وهذا عيدنا متفق عليه. بخاری شریف میں ایک جگہ یہ الفاظ ہیں۔ فانتهرني وقال مزمارة الشيطان عند النبي ﷺ

خلاصہ معنی حدیث شریف یہ ہے کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میرے پاس دو لڑکیاں انصار کی جنگ کے اشعار دف بجا کر گا رہی تھیں اور نبی کریم ﷺ چہرہ مبارک کپڑے کے ساتھ ڈھانپ کر استراحت فرماتے تھے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور ان لڑکیوں کو جھڑکا تو آپ نے منہ مبارک سے کپڑا اٹھا کر فرمایا کہ ان کو کچھ نہ کہو کیونکہ یہ عید کے دن ہیں۔ اس حدیث پر شراح نے اپنے اپنے خیال کے مطابق بحث کی ہے۔ الفاظ حدیث سے اتنا قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ غناء مع آلہ خاص اوقات میں مباح ہے۔

اب بندہ چند شراح کی عبارات یہاں نقل کرتا ہے۔

شیخ محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی رائے ملاحظہ ہو فرماتے ہیں۔

بدانکہ ایں حدیث است کہ تمسک مے کنند بداں اہل سماع در اباحت غناو شنیدن آں بآلہ (تا) ابوبکر انکار کرد تغنی وتدفیف را ومنع وزجر کرد ازاں (تا) وندانست کہ آنحضرت (ﷺ) آں را تقریر نمودہ ورد اداشتہ است دریں روز چیزے ازاں وابوبکر را بایں فرق وتفصیلے علم نبود پس دلالت کرد حدیث بر اباحت مقدارے ازاں در روز عید وغیر آن از مواضع کہ مباح است دروے فرح وسرور (تا) وازینجا اباحت علی الاطلاق لازم نیاید (تا) وانصاف آں است کہ نص قطعی بر حرمت آں علی الاطلاق چنانچہ بر حرمت زنا وشرب خمر آمدہ ثابت نشدہ است وبہ تحقیق تصریح کردہ اند بعض از متاخرین محدثین کہ حدیث در حرمت غنا صحیح نہ شدہ است (تا) واصل در اشیاء اباحت است (تا) وفقہاء دریں باب تشدید وتعصب بسیار است الخ

اس طویل عبارت سے چند امور واضح ہوئے۔ (اوّل) غنا مع مزامیر خاص مواقع پر مباح ہے لیکن یہ اباحت علی الاطلاق نہیں ہے۔ اور یہی ہمارے دعوئی کی جزء اول وثانی ہے (دوم) غنا کی حرمت پر کوئی حدیث صحیح نہیں ہے اور جن احادیث سے حرمت کا پتہ چلتا ہے، سب غیر صحیح ہیں۔ اور یہی ہمارے دعوئی کی جزء ثالث ہے۔ اب انصاف پسند غور فرمائیں۔ مانعین حضرات حدیث غیر صحیح سے حرمت کیسے ثابت کرتے ہیں۔ جبکہ خبر واحد صحیح سے بھی حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ جیسا کہ تمہید میں گذر چکا ہے (سوم) یہ صحیح نہیں ہے کہ شیخ محقق حرمت علی الاطلاق کے قائل ہیں۔ (چہارم) جن اہل سماع نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ صوفیہ کرام اور مشائخ

عظام ہیں۔ جیسا کہ صراحتہً عنقریب آئے گا۔ لہٰذا یہ کہنا بھی غلط ہوا کہ مشائخ پر افتراء ہے کہ وہ غنا مع مزامیر سنتے تھے۔ (پنجم) شیخ محقق نے فرمایا کہ اس حدیث سے اباحت غنا باآلہ پر استدلال ہے نہ اباحت غنا بادف۔ تو معلوم ہوا کہ دف کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ مراد آلہ ہے۔ یعنی ذکر خاص اور مراد عام ہے۔ چنانچہ اکثر احکام شرعیہ میں ایسا ہی ہے۔ تو اب بعض حضرات کا یہ فرمان بھی غلط ہوا کہ صرف دف مباح ہے اور دوسرے آلات مباح نہیں ہیں۔

اس پر ایک اور دلیل بھی ملاحظہ ہو۔ بخاری شریف میں مزمار کا لفظ وارد ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی دف پر مزمار کے لفظ کا اطلاق کیا ہے اور حضور اکرم ﷺ نے بھی مزمار کو اس خاص وقت میں مباح فرمایا ہے۔

اب مزمار کا معنی بھی شیخ کے الفاظ میں ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں "و مزمار آلتے کہ بے زنند آں را اہل غنا، مثل نے و رباب و دف و مانند آں" تو شیخ کی کلام سے تمام آلات کی اباحت ثابت ہوئی۔ اس تقریر سے ہمارے دعویٰ کی جزء رابع کہ "غنا کا جواز مخصوص بادف نہیں ہے۔ جو بھی آلہ ہو مباح ہے" ثابت ہو گئی۔ (ششم) جن فقہاء نے باب غناء میں تشدید کی ہے، کسی دلیل پر مبنی نہیں۔ بلکہ تشدید اس لئے اختیار کی گئی ہے کہ لوگ غنا کو مطلقاً جائز نہ سمجھ لیں۔

اس توضیح سے ہمارے دعویٰ کی جزء خامس کہ غناء کے بارے میں فقہاء کرام کی تشدید (حکمت زجر پر مبنی ہے) ثابت ہو گئی۔ (ہفتم) شیخ محقق نے اپنی اس تحقیق کو ان الفاظ سے شروع کیا ہے "و آنچہ ازیں حدیث بنظر انصاف بے شوب تعصب و اعتساف متبادر میگردد۔" اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اباحت غنا مع مزامیر در اوقات مخصوصہ منصفین کا قول ہے۔

شیخ نور الحق دہلوی صاحبزادہ حضرت شیخ تیسیر القاری شرح بخاری میں حدیث مذکور کے تحت فرماتے ہیں۔ "مقام عالی آنحضرت ﷺ مقتضی آں بود کہ گوش ہم براں نہ نہند لیکن چوں انکار نہ کرد و منع نہ فرمود تجویز ازاں فہم میشود" اور شیخ محقق[1] کے پرپوتے حضرت شیخ الاسلام حدیث مذکور کے تحت شرح بخاری میں فرماتے ہیں۔ "در روایت آئندہ بیاید کہ اے ابوبکر مر ہر قوم را عیداست و ایں روز عید ما است و ایں تعلیل است ازاں حضرت مر امر بہ ترک جاریہ ابوبکر صدیق را و بیان حکمت تجویز است دریں روز کہ مباح است سرور شرعاً در اں روز پس نبایستے انکار کرد مانند ایں را در اں روز چنانکہ انکار کردہ نے شود نزد نکاح۔"

ان عبارات سے یہ ثابت ہو گیا کہ مخصوص دنوں میں غناء مع آلہ سے انکار خلاف سنت ہے۔ اب بھی ہمارے دعویٰ کی جزء ثانی "کہ مخصوص دنوں میں غنا مع المزامیر مباح ہے" ثابت ہو گئی۔ اب ذرا یہ حضرات غور فرمائیں کہ جو شرائط غناء کے

۱۔ حضرت شیخ السلام کی تعریف مولانا انور شاہ کشمیری نے فیض الباری میں بایں الفاظ کی ہے: وهو حفيد لمولانا عبدالحق الدهلوى رحمه الله تعالىٰ وله حاشية على الجلالين يسمى بالكمالين و هو احسن من حاشية على القارى الجمالين و كنت ارجوان تكون حاشيته لطيفة لكونه قارنا فلما رايتها وجدتها سطحية (الى) اما حاشية ذلك الحفيد فلا ريب انه جيد حتى اظنه اعلم من جده الخ یعنی شیخ الاسلام مولانا عبدالحق دہلوی کے پرپوتے ہیں۔ انکا حاشیہ جلالین پر ہے جس کا نام کمالین ہے یہ حاشیہ ملا علی قاری کے حاشیہ علی الجلالین جس کا نام جمالین ہے، سے بہت اچھا ہے۔ میں یہ خیال کرتا تھا کہ شاید علی قاری کا یہ حاشیہ بہترین ہو گا لیکن جب میں نے اسے دیکھا تو اسے سطحی پایا اور شیخ الاسلام کا حاشیہ نہایت تحقیقی ہے حتی کہ میرا یہ گمان ہے کہ شیخ الاسلام اپنے پردادا سے زیادہ عالم ہیں۔ ۱۲

متعلق پیش کی جاتی ہیں، کیاوہ اس مقام ورود حدیث میں موجود تھیں؟ ظاہر ہے کہ وہ شرائط یہاں بالکل مفقود ہیں۔ لہٰذا شرائط کو اگر شرائط جواز کہا جاوے تو یہ بالکل باطل ہے۔ البتہ اگر ان کو شرائط اولویۃ کہا جاوے، یہ درست ہو سکتا ہے۔ شیخ الاسلام شرح بخاری میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔

ایں حدیث چنانکہ گفتہ اند ظاہر است در منع سماع و تغنی بدف و نحو آں در غیر روز عید و مانند آں ازانچہ رخصت یافتہ دراں نوع از لہو و سرور (تا) بلکہ گفت منع مکن کہ امروز روز عید است یعنی از حکم منع تغنی و تدفیف در روز عید ایں قدر لہو و سرور مستثنیٰ و جائز است و دختر کاں و نوسالاں اگر اشعار مدح دلاوری و شجاعت بآواز خوش سرایند محذور نہ بود (تا) و دریں مسئلہ میاں علماء و فقہاء قدیماً و حدیثاً الی صحابہ و تابعین و غیر ایشاں اختلاف است (تا) باید دانست کہ موضوع ایں مسئلہ خلافیہ غنائے است کہ انتحال میکنند آں راکہ مغنیان کہ عارف اند بصعنت غناء و اختیار میکنند شعرہای رقیق (تا) اما غنائے کہ جاری شدہ است۔ عادت باستعمال آن برائے تنشیط قلوب و محاولت اعمال و حمل اثقال و قطع مفاوز و در طرق حج و وصف کعبہ و زمزم و مقام و مانند آں مباح است۔ اگر سالم باشد از ذکر فواحش و محرمات بلکہ سماع مندوب است کہ موجب نشاط است بر اعمال بزرگ کذا ذکرہ ابن حزم فی کتاب الامتاع و گفتہ اند قائلان بلاباحت کہ روایت کردہ شدہ است۔ غنا و سماع از جماعت کثیر از اکابر صحابہ کہ در ایشاں چندے از عشرہ مبشرہ اند (تا) و جم غفر از تابعین و تبع تابعین و اتباع تبع و دیگر علماء محدثین و علماء دین کہ از ارباب زہد و تقوی و علم و عبادت بودہ اند چوں عبداللہ بن جعفر در زمان خود امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ و سلم بن عبداللہ بن عمر و قاضی شریح و سعید بن جبیر و عبدالملک بن جریج و ابراہیم بن سعد و جز ایشاں و نقل کردہ شدہ نیز از ائمہ اربعہ سماع

غنا و خوش داشتن آں را (تا) و ہم از ابی یوسف آرند کہ بسا کہ حاضر مے شد مجلس رشید راو مے بود آنجا غناء پس مے شنید و می گریست واز داؤد طائی کہ وے حاضر می شد سماع را و راست میشد پشت او در سماع و بود وے رحمۃ اللہ تعالیٰ عالم فقیہہ حنفی تلمیذ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ و جزم کردہ است غزالی و استاد ابو منصور بغدادی بلاباحت نزد مالک و شافعی و مروی است از ابی العباس فرغانی کہ میگفت شنیدم صالح بن احمد حنبل را کہ میگفت بودم من کہ دوست میداشتم سماع را و بود پدر من کہ ناخوش میداشت آنرا پس وعدہ کردم ابن جنادہ راکہ باشد نزد من شبے پس بود نزد من تا دانستم کہ خواب کرد پدر من پس شروع کرد ابن جنادہ در تغنی پس شنیدم آواز بالائے بام پس بر آمدم براں و دیدم پدر خود را بر سطح کہ می شنود غناء را و دامن او زیر بغل او ست و می خرامید گویا کہ رقص میکرد و مانند ایں قصہ از عبداللہ بن احمد حنبل نیز منقول است۔

عبارت شیخ الاسلام طویل ہے۔ لہٰذا اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اس عبارت سے چند امور واضح ہو گئے۔ (امر اوّل) شیخ نے کہا۔ متغنی بدف و نحو آں۔" اس عبارت سے پتہ چلا کہ کلام مطلق آلات اور مزامیر میں ہے۔ نہ کہ خاص دف میں۔ لہٰذا جہاں مباح ہیں سب مباح ہیں۔ اور جہاں منع تو سب منع ہیں۔ لہٰذا تخصیص بہ دف درست نہیں۔ (امر دوم) عید اور خوشی کے دنوں میں غناء مع مزامیر لہو لہب کے طور پر بھی جائز ہے چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ یا اس کے مقبولوں کی تعریف کی جائے۔ اب ہمارے دعویٰ کی اس عبارت سے جزء ثامن "کہ عید اور دیگر مواقع خوشی پر غناء مع مزامیر لہو و لعب کے طور پر بھی جائز ہے"۔ ثابت ہو گئی۔ (امر سوم) جب شجاعت اور دلاوری کے اشعار جائز ہوئے تو نعت شریف بطریق اولیٰ جائز ہو گی۔ (امر چہارم) جس مسئلہ میں شیخ الاسلام بحث کر رہے ہیں، مسئلہ غناء مع مزامیر کا ہے۔ کیونکہ

حدیث شریف اسی پر دال ہے جس کی شیخ الاسلام شرح کر رہے ہیں۔ (امر پنجم) اختلاف اس غنا میں ہے کہ گانے والے ماہرین اپنے فن کا مظاہرہ کریں۔ اور رقیق اشعار پڑھیں اور اگر فواحش سے پاک اور اللہ تعالیٰ کے مقبولوں کی تعریف کی جائے تو مستحب ہے۔ اور صحابہ سے لیکر ائمہ مجتہدین تک تمام سماع کی مجالس میں حاضر ہوتے تھے۔

تو پھر ان حضرات کا یہ کہنا غلط ہوا کہ مشائخ غنا مع مزامیر نہیں سنتے تھے بلکہ ہمارے مشائخ غنا مع مزامیر سنتے تھے اور سب سے بڑے شیخ امام ابو یوسف اور داؤد طائی اور مالک اور شافعی اور احمد حنبل سب سنتے تھے۔ ان لوگوں نے جو شرائط لگا رکھی ہیں، درست نہیں۔ کیونکہ رشید کی مجلس میں جو قوالی ہوتی تھی اس میں شرائط کی پابندی کب تھی۔ اس تقریر سے ہمارے دعویٰ کی جزء سابع "کہ غنا عام ازیں کہ بغیر مزامیر کے ہو یا مزامیر کے ساتھ آنحضرت ﷺ سے لیکر آئمہ مجتہدین تک سب نے سنا ہے"۔ ثابت ہو گئی۔

شیخ الاسلام شرح بخاری میں آگے چل کر فرماتے ہیں۔

وگفتہ اند آنچہ وارد شدہ است از ائمہ اکابر بالفاظیکہ دلالت دارد بر تغلیظ محمول است بر غنائے کہ مقترن است بفحش و منکر جمعا بین القول والفعل و روایت کردہ شدہ است از احمد کہ وے قوالی را شنید نزد پسر ش صالح و انکار نہ کرد۔ پس پسر گفت اے پدر آیا نبودی تو کہ انکار کردی و مکروہ داشتی آں را گفت بمن چنیں رسانیدہ اند کہ استعمال مے کنند بادہ منکر را۔

اس عبارت میں شیخ الاسلام نے ایک سوال کا جواب دیا ہے کہ جبکہ ائمہ غناء مع مزامیر سنتے تھے تو پھر اس کے متعلق سخت الفاظ کیوں استعمال کرتے ہیں؟ یہ تو قول اور عمل میں تضاد ہے۔ جواب قول اس صورت میں ہے جبکہ فحش اور رقیق اشعار

ہوں اور عمل اس وقت ہے کہ اللہ تعالیٰ یا اس کے مقبولوں کی تعریف ہو۔ لہٰذا امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کو جب یہ غلط خبر دی گئی کہ قوالی میں فواحش ہوتے ہیں تو انہوں نے انکار کیا لیکن جب خود قوالی میں حاضر ہوئے اور دیکھا کہ منکرات نہیں ہیں تو اسے جائز فرمایا۔

آجکل کے مانعین بھی ممکن ہے کہ غلط خبروں پر انحصار کر کے غلط فہمی میں مبتلا ہوں۔ لہٰذا ان کو چاہیئے کہ اپنے ائمہ کی پیروی کرتے ہوئے قوالی کی مجالس میں حاضر ہو کر ملاحظہ فرمالیں کہ وہاں ایسے اشعار پڑھے جاتے ہیں جن سے خداوند عالم اور اس کے مقبولوں کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ ورنہ مانعین کے خیال میں تو جن صحابہ تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین نے قوالی مع مزامیر سنی ہے۔ ان کے پیچھے بھی لوگوں نے نمازیں خراب کیں اور وہ لوگ بھی قابل امامت نہیں تھے۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔

اب اس حدیث مذکور کی شرح میں علامہ علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے ملاحظہ فرمائیں۔ تضربان ای بالدف فیکون عطفا تفسیریًا وقیل ترقصان وقیل تضربان علی الکف یعنی تارةً وتارةً وفی روایة تغنیان ولیستا بمغنیتین ای لاتحسنان الغنا ولاتخذتاة کسبًا وصنعةً اولا تعرفان به اولیستا کعادة المغنیات من التشویق الی الھوی والتعریض بالفاحشة وبالجمال الداعی الی الفتنة ومن ثم قیل الغناء رقیة الزناء و ھو مروی عن ابن مسعود۔

علامہ علی قاری نے تضربان کے تین معنی بیان کئے کہ یہ تو اس کا معنی دف بجانا ہے اور یا رقص اور ناچنا ہے یا تالی بجانا ہے اور نیز علامہ نے فرمایا کہ غناء کی مذمت میں جو روایات ہیں، وہ اس غنا پر محمول ہیں جس سے خواہشات نفسانی پیدا ہوں اور فاحشہ اور فتنہ کی طرف رہنمائی ہو۔ نیز علامہ فرماتے ہیں۔

لماتقرر عنده من منع اللهووالغنا مطلقاً ولم يعلم انه عليه الصلوٰة والسلام قورهن الى ان قال وقال النووى اجازت الصحابة غناء العرب الذى فيه نشاد و ترنم والحداء وفعلوه بحضرته عليه الصلوٰة والسلام وبعده ومثله ليس بحرام حتى عند القائلين بحرمة الغناء وهم اهل العراق قال الطيبى وهذا اعتذار منه عليه الصلوٰة والسلام بان اظهار السرورفى يوم العيدين شعار الدين وليس كسائر الايام واماالغناء بذكر الفواحش والمنكرات من القول فهوالمحظور من الغناء ۔ اس عبارت سے بھی چند امور واضح ہوئے۔

(امر اول) عرب کا غناء جس میں فحش اور منکر قول نہیں ہے، بالاجماع جائز ہے تو جس غناء میں اللہ تعالیٰ اور اس کے مقبولوں کی تعریف ہو، وہ بھی بالاجماع جائز ہے۔ خواہ مزامیر کے ساتھ ہو یا کہ بغیر مزامیر کے جیساکہ شیخ الاسلام کی عبارت میں تصریح موجود ہے۔ اور یہی مروجہ قوالی ہے جس سے مانعین کو انکار ہے۔ حالانکہ یہ قوالی شعار دین سے ہے جیساکہ علی قاری کی عبارت میں تصریح موجود ہے۔ کیونکہ لاکھوں مسلمانوں کا اجتماع ہوتا ہے اور اس میں کثرت سے علماء اور صلحاء ہوتے ہیں۔ اور قوالی سن کر ان پر رقت طاری ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے مقبولوں کی محبت میں صالحین کو وجد ہوتا ہے اور صالحین گناہوں سے تائب ہوتے ہیں۔ وہابی علماء اگر ان مجالس کے فوائد سے جاہل ہوتے تو تعجب نہ تھا۔ حد تو یہ ہے کہ مدعیان حب صالحین بھی ان برکات سے ناواقف نظر آتے ہیں۔

(امر دوم) غناء مع المزامیر میں اختلاف صوفیہ کے غیر میں ہے اور اہل عراق حرمت کا قول کرتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اختلافی مسائل میں تشدد نامناسب

ہے۔ اس تقریر سے ہمارے دعویٰ کے جزء عاشر "غناء مع مزامیر میں اختلاف صوفیہ کے ماسوا میں ہے" ثابت ہوگئی۔

(امر سوم) سابقہ عبارات سے ثابت ہوا کہ غناء العرب جس میں ترنم اور حدی ہے صحابہ کے نزدیک جائز ہے۔ حالانکہ مانعین کی شرائط وہاں موجود نہیں ہیں۔

حدیث مذکورہ بالا کے تحت ابن حجر شرح بخاری میں فرماتے ہیں۔

استدل جماعة من الصوفية بحديث الباب علىٰ اباحة الغنا و سماعه بآلة اوبغير آلة. اس عبارت سے ثابت ہوا کہ قدیم زمانہ سے صوفیہ غناء مع المزامیر سنتے چلے آرہے ہیں اور یہ حدیث بخاری ان کی دلیل ہے۔ قبل ازیں چار شراح، الحدیث حنفی المذہب کی تصریحات سے ثابت ہو چکا ہے کہ صوفیہ کرام کا حدیث الباب سے استدلال درست ہے۔ اگرچہ علامہ ابن حجر نے سابقہ عبارت کے بعد صوفیہ پر ردوقدح کی ہے۔ لیکن ظاہر حدیث اور تصریحات احناف مجددین کے مقابلہ میں ہم ابن حجر کی رائے کے پابند نہیں ہیں۔ جیساکہ اختلافی مسائل میں ائمہ احناف کی رائے ہمارے نزدیک راجح ہے۔ علامہ ابن حجر کی عبارت نقل کرنے سے ہمارا مقصد صرف معاندین کا رد ہے کہ صوفیہ مروجہ قوالی یعنی غناء مع المزامیر نہیں سنتے تھے۔ یہاں تک ہم نے اپنی پہلی دلیل کو شروح حدیث کی روشنی سے حتی الامکان مکمل کیا ہے۔ اب دوسری دلیل ملاحظہ ہو۔

دلیل دوئم

درمختار میں ہے۔ ومن ذالك ضرب النوبة للتفاخرفلو للتبنيه فلاباس به كما اذاضرب فى ثلث اقوات لتذكير ثلث نفخات الصور لمناسبة بينهما فبعد العصر للاشارة الى نفخة الفزع وبعد العشاء الى نفخة

الموت وبعد نصف الليل الیٰ نفخة البعث وتمامه فيما علقته علی الملتقیٰ.

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ بادشاہوں کے دروازہ پر نوبت بجتی ہے اور اولیاء کے مزاروں پر بھی تین اوقات میں نوبت بجاتے ہیں۔ پہلی نوبت تفاخر کے طور پر اور دوسری نوبت نفخات صور کی یاد دہانی کیلئے۔ لہٰذا پہلی نوبت منع اور دوسری جائز ہے۔ اس عبارت سے بھی کئی امور ثابت ہوئے۔

(امر اوّل) حدیث شریف میں دف کا ذکر ہے اور یہاں نوبت کا ذکر ہے تو اس سے بھی ہمارے مدعی کی جزء رابع ثابت ہوئی کہ جہاں بھی خاص آلہ کا ذکر ہے تو وہاں اس کی خصوصیت مراد نہیں ہے بلکہ عام مراد ہے۔ لہٰذا اختلاف زمانہ سے جو بھی آلات ایجاد ہوتے ہیں، سب کا ایک ہی حکم ہے۔ مانعین جب ہمارے دلائل کا جواب نہیں دے سکتے تو جان چھڑانے کے لئے یہ حیلہ تراش لیتے ہیں کہ دف کو ہم بھی مانتے ہیں ہمارا اختلاف دوسرے آلات میں ہے۔ یہ بہانہ شراح حدیث اور فقہاء کی تصریحات کے بالکل خلاف ہے کیونکہ دف بھی علی الاطلاق جائز نہیں ہے۔

(امر دوم) عبارت مذکورہ بالا سے ثابت ہوا کہ مزامیر کے جواز اور عدم جواز میں نیت کا بڑا دخل ہے۔ چنانچہ تفاخر کی نیت میں تو نوبت ممنوع اور تذکیر کی صورت میں جائز ہے۔ جیسا کہ آئندہ صراحۃً مذکور ہوگا۔ تو وہابیہ کی تقلید کرتے ہوئے مانعین کو لوگوں کی نیت پر حملہ نہیں کرنا چاہیے۔

(امر سوم) مانعین نے جو شرائط سماع کا بہانہ تراشا ہے اس کا بھی اس عبارت سے بخوبی رد ہو گیا۔ کیونکہ جو نوبت تذکیر کے لئے بجتی ہے وہاں تمام اہل قریہ اس کو سنتے ہیں حالانکہ ان میں وہ شرائط بتمامہا مفقود ہیں۔ تو جن فقہاء نے ان شرائط کا ذکر کیا ہے تو وہ شرائط جواز نہیں ہیں۔ بلکہ شرائط اولویت اور کمال احتیاط کیلئے ہیں۔ یا یوں کہیئے

کہ وہ شرائط موقوف علیہ بمعنے لولاہ لامتنع نہیں ہیں۔ بلکہ بمعنے مصحح لدخول الفاء ہیں کہ ان کی نفی سے نفی جواز لازم نہیں آتی۔ شرائط موقوف علیہ بمعنی لولاہ لامتنع وہ ہیں جو کہ اوپر تصریحات شراح میں موجود ہیں۔ مثلاً ذکر فواحش اور محرمات یا کسی عورت یا لڑکے کے حسن و جمال کی تعریف کہ سامع فتنہ میں پڑ جائے۔ ہماری اس تقریر سے ہمارے دعویٰ کی جزء تاسع "کہ غنا کے جواز میں جو شرائط کتب فقہ میں مذکور ہیں وہ شرائط اولویۃ ہیں نہ کہ شرائط جواز"۔ ثابت ہو گئی۔

در مختار کی عبارت مذکورہ بالا کی شرح میں علامہ ابن عابدین شامی کی تصریح ملاحظہ ہو۔ وهذ ايفيد ان آلة اللهوليست محرمة لعينها بل لقصد اللهومنها امامن سامعها اومن اشتغل بهاوبه تشعر الاضانة الاترى ان ضرب تلك الآلة حل تارة و حرم اخرىٰ باختلاف الغية بسماعها والامور بمقاصدها وفيه دليل لسادتنا الصوفية الذين يقصدون امورًاهم اعلم بها فلايباد رالمعترض بالانكار كی لايحرم بر كتهم فانهم السارة الاخيا رامد نا الله تعالیٰ بامداد اتهم واعادعلينا من صالح دعواتهم.

علامہ شامیؔ کی یہ عبارت ہمارے دعوے کے بعض اجزاء پر مکمل دلیل ہے اور معترضین کے تمام دلائل اور اعتراضات کا وافی شافی اور مسکت جواب ہے۔ اگر بندہ اس عبارت کی تفصیلات میں جائے تو بیان طویل ہو جائے گا۔ جس کے لئے بندہ کے مشاغل متحمل نہیں ہیں۔ لہٰذا مختصراً عبارت کے فوائد عرض کئے جاتے ہیں۔

فائدہ اولیٰ: علامہ شامیؔ نے یہاں ایک اصولی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ یہ کہ اکثر و بیشتر احکام کی اضافت علت اور سبب کی طرف ہوتی ہے۔ مثلاً صوم رمضان کہ رمضان سبب ہے فرضیت صوم کا۔ اسی طرح صلوٰۃ الظہر کہ وقت ظہر سبب ہے صلوٰۃ کا

اور حج البیت کہ کعبہ مکرمہ حج کا سبب ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ المال اس کی تفصیل اصول فقہ میں ہے۔ آلات غناء کو جو "آلات لہو" کہا جاتا ہے اور آلات کی اضافت لہو کی طرف ہے۔ تو یہ لہو ان کی حرمت کا سبب ہے۔ یعنی اگر ان آلات سے لہو مقصود نہیں ہے تو حلال ورنہ حرام۔ لہٰذا آلات لہو نہ مطلقاً حلال ہیں اور نہ مطلقاً حرام۔ حلت اور حرمت کا دارومدار اچھی اور بری نیت پر ہے۔

فائدہ دوم: آلات لہو حرام لعینہ نہیں ہیں کیونکہ حرام لعینہ کبھی حلال نہیں ہوتا۔ بلکہ حرام لغیرہ ہیں۔ اور وہ غیر قصد لہو اور کھیل تماشا ہے۔ جیسے دودھ حلال جانور کا کہ لعینہ حلال ہے اور اگر اس میں قطرہ پیشاب پڑ گیا تو لغیرہ حرام ہو گیا۔ اسی طرح آلات لہو لعینہ حلال ہیں اور شیخ محقق کی عبارت میں بھی یہی مزکور ہوا کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔

فائدہ سوم: اس مسئلہ کا تعلق نیت پر ہے تو مانعین نے سامع کی نیت پر حملہ کر کے فتوئی جڑ دیا۔ کہ چونکہ یہ عرس میں قوالی سنتا ہے لہٰذا اس کی امامت ناجائز ہے۔ مانعین سے ہم سوال کرتے ہیں کہ علمائے اہل سنت اور صالح دیندار جو اپنے مشائخ کے اعراس پر حاضری دیتے ہیں اور سفر کی صعوبت برداشت کر کے اپنے مشائخ کی مجالس میں اللہ تعالیٰ کے مقبولوں کی منقبتیں سنتے ہیں اور ہمارے مشائخ کرام جو سال بسال ایصال ثواب کیلئے اعراس کا انتظام فرماتے ہیں۔ اور قوالی کے ساتھ مجالس میں علماء کرام کی تقاریر ہوتی ہیں۔ کیا تمہارا دل یہی کہتا ہے کہ ہر دو جانب سے لہو مقصود ہوتا ہے؟ کیا تم پر یہ حدیث صادق نہیں آتی۔ **(هلاشققت قلبه)**

فائدہ چہارم: شامی نے جو آلات علت حرمت بیان کی تو مانعین کے تمام دلائل ہباء منثورا ہو کر اڑ گئے۔ مثلاً ان کی دلیل (۱) **(ومن الناس من يشترى لهو الحديث)**

سے مراد غنا مع المزامیر ہے تو یہاں بھی لہو کا ذکر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے حرمت کی علت بیان فرمادی۔ ان وجدت فوجدت والافلا اور تمام احادیث کے جوابات بھی آ گئے۔ مثلاً (استماع الملاهى معصية) یہاں بھی علت کا ذکر ہے۔ جو کہ لہو ہے اور اگر کہیں علت کا ذکر نہیں تو وہاں بھی علت یہی ہو گی۔

دلیل سوم

جیسا کہ شیخ الاسلام نے شرح بخاری میں اس مسئلہ کو تفصیل سے بیان کیا۔ اسی طرح علامہ خیر الدین رملی نے بھی اس مسئلہ کو فتاویٰ خیریہ میں نہایت تفصیل سے ذکر کیا ہے اور اس کتاب میں تمام مذاہب کا ذکر کیا۔ پوری تفصیل تو یہاں مشکل ہے البتہ بعض حصے ملاحظہ فرمائیں۔

ذكر محمد رحمه الله تعالىٰ فى السير الكبير عن انس بن مالك رضى الله عنه انهٗ دخل علىٰ اخيه البراء بن مالك وهو يتغنى (الى ان قال) ومن الناس من يقول لاباس به فى الاعراس والوليمة. الايرى انه لا باس بضرب الدفوف فى الاعراس والوليمة وان كان فے ذلك نوع لهوحيث قال ﷺ اعلنوا بالنكاح ولو بالدف وكذالك التغنى (الى ان قال) ومنهم من قال لا باس به فى الاعياد (الى ان قال) حاصله انه بفرق الحكم بين التغنى لا زالة الوحشة فيحل اواللهو المجرد فيحرم ومنهم من فصل قائلاً ان كان داعيةً الى الخير يحل وان للشر يحرم وقد صنف الفقهاء فے ذالك مصنفات كثيرة وكذالك اهل التصوف واجمع عبارة فيه ماقاله بعضهم وقدسئل عن السماع باليراع وغيره من الآلات المطربة هل ذالك حلال او حرام قدحرمه من لايعترض عليه لصدق مقاله واباحه من لاينكر عليه

لقوة حاله فمن وجدفى قلبه شيئا من نورالمعرفة فليتقدم والافرجوعه عما نهاه الشرع اسلم واحكم (الى ان قال) اختلف اهل العلم فى الغناء فاباحه قوم وخظره اخرون وكره مالك والشافعى وابوحنيفة فى اصح مانقل عنهم وقال صاحب تشنيف الاسماع لم يروعن ابى حنيفة نص صريح و انما استنبط بعض اصحابه القول بالمنع من مفهوم كلامه فى قوله "ولايحضر الوليمة وفيها لهو وقال صاحب النهاية فى شرح الهداية من الحنفية باباحة الغناء وقال بعضهم اذاكان يتغنى ليدفع الوحشة عن نفسه فلاباس به قال وبه اخذ شمس الائمة السرخسى واستدل عليه بان انس بن مالك كان يتغنى فى بيته ولايفعل ذالك تلهياً ومن يقول بالكراهية مطلقاً حمل حديث انس على انشاد الشعر المباحة وجزم صاحب البدائع من الحنفية بما ذكر شمس الائمة و علله بان السماع يرقق القلب وهوظاهر كلام صاحب الذخيرة من الحنفية وذهب طائفة من الشافعية والمالكية الى التفرقة بين القليل والكثير فاجاز واالقليل ومنعوا عن الكثير كما نقله الرافعى وغيره وذهب طائفة الى التفرقة بين الرجال والنسآء فجز موابتحريمه من النسآء الاجانب واجرو الخلاف فيما سوى ذالك واما سماع السادة الصوفية رضى الله عنهم فمعزل عن هذا الخلاف بل ومرتفع عن درجة الاباحة الى رتبة المستحب. كما صرح به غير واحد من المحققين سئل الشيخ عزالدين بن عبد السلام عن السماع الذى يعمل به فى هذا الزمان فى مجالس الذكر فاجاب بما صورته سماع مايحرك الاحوال السنية المذكرة للآخرة مندوب اليه وقال فى قواعده الكبرى عندذكر السماع

من كان عنده هوىً مباح كعشق زوجته وامته فلاباس به ومن يدعوه هوى محرم فسماعه حرام ومن قال لا اجدفى نفسى شيئاً من الاقسام فالسماع مكروه فى حقه ليس بمجرم فمن جزم بالتحريم والتكفير فقد اخطاء فيما قال ووقع فى الكفر والضلال واستحق العقوبة والنكال.

فتاویٰ خیریہ کی یہ عبارت اتنی واضح ہے کہ اگر نظر انصاف سے دیکھا جائے تو حق واضح ہو جائے گا۔ اب اس عبارت کے نتائج ملاحظہ ہوں۔

نتیجہ اولیٰ: عبارت مذکورہ بالا میں جس غناء پر بحث ہے وہ عام ہے۔ خواہ آلہ کے ساتھ ہو یا کہ بغیر آلہ کے۔ اس لئے بعض جگہ آلہ کا ذکر ہے اور بعض جگہ نہیں ہے اور یہ کہ جواز اور عدم جواز میں مختلف تفاصیل ہیں۔ کسی نے ایک تفصیل کو اختیار کیا اور کسی نے دوسری تفصیل کو۔

نتیجہ دوئم: غناء میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے اور اہل تصوف کے درمیان بھی اور بہتر تفصیل ہی ہے کہ اگر دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے مقبولوں کی محبت پیدا ہو تو اسے سننا چاہئے۔

نتیجہ سوم: یہاں مطلق آلات مطرب کا ذکر ہے نہ کسی خاص کا اور اگر کہیں خاص کا ذکر ہو گا تو اس سے مراد عام ہو گا۔

نتیجہ چہارم: شافعی اور مالک نے کراہیت کا قول کیا ہے۔ حالانکہ ان کا فعل ان کے خلاف ہے تو اس کی تطبیق شیخ الاسلام کی عبارت میں گذر چکی ہے۔ کہ یہ دونوں امام جس غناء میں فواحش اور محرمات کا ذکر نہ ہو تا اس کو سنتے اور جس میں ہو تا اس کو نہ سنتے تھے۔

نتیجہ پنجم: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے غناء میں کوئی نص صریح نہیں ہے۔ امام

کے بعض شاگردوں نے امام کے ایک مسئلہ سے کراہیت مستنبط کی ہے۔ لیکن یہ استنباط ابو یوسف کے نزدیک درست نہیں ہے۔ ورنہ وہ رشید کی مجلس میں غناء کیوں سنتے ؟اور یا یہ توجیہ کرنی ہوگی کہ امام صاحب اس کو مکروہ جانتے ہیں۔ جس میں فواحش کا ذکر ہو یا محض لہو مقصود ہو۔

نتیجہ ششم: غناء اس وقت منع ہے کہ مقصود لہو مجرد ہو یعنی اور کوئی اچھا مقصد نہ ہو۔ اور اگر محض اچھا مقصد ہو یا کچھ نیک مقصد اور کچھ لہو تو ہر دو صورت جائز ہیں۔ اس لئے سابق عبارت میں مذکور ہے۔ لاباس بضرب الدفوف فی الاعراس و الولیمة وان کان فی ذالك نوع من اللهو اور دوسری جگہ فرمایا(واللهو المجرد فیحرم)

نتیجہ ہفتم: جتنے مذاہب ہم نے یہاں ذکر کئے ہیں ان میں مانعین کی شرائط کا ذکر نہیں ہے۔

نتیجہ ہشتم: جتنے مذاہب اور اختلاف غناء میں گذرے ہیں۔ یہ سب سادات صوفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے سواء میں ہیں۔ سادات صوفیہ کے متعلق اتفاق ہے کہ ان کے لئے مباح بلکہ مستحب ہے اور یہ اجماع شیخ الاسلام نے شرح بخاری میں اور علی قاری نے مرقاۃ میں اور علامہ شامی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ پہلے تفصیلاً ذکر ہو چکا ہے۔ ہم نے احناف کی چار معتبر کتابوں سے صوفیہ کے غناء اور سماع پر اجماع نقل کیا ہے پھر واضح ہو گیا کہ امام صاحب کے نزدیک جو غناء مکروہ ہے وہ غیر صوفیہ میں ہے کیونکہ یہ کراہیت ولیمہ سے مستنبط ہے اور ولیمہ صوفیہ کی مجلس نہیں ہے۔

نتیجہ نہم: جس نے مشائخ پر فتوئ بازی کی اور غناء کو حرام اور کفر ٹھہرایا، وہ خود کفر اور ضلال میں پڑ گیا۔ اور اس بات کا مستحق ٹھہرا کہ اس کو تعزیر لگائی جائے۔

نتیجہ دہم: مانعین نے جو غناء کی شرائط ذکر کی ہیں وہ کوئی متفق علیہ نہیں ہیں۔ بلکہ صرف ایک مذہب ہے جو یہ شرائط مقرر کرتا ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو۔

فتاویٰ خیریہ میں ہے۔

ومن اباحة من المشائخ الصوفية فلمن تخلى عن الهوى وتحلى بالتقوى او احتاج الى ذالك احتياج المويض الى الدوأ وله شرائط الخ

یہ شرائط صرف ایک مذہب پر ہیں جیسے کہ بندہ نے بارہا اس پر تنبیہ کی ہے لیکن مانعین نے یہ سمجھا کہ یہ شرائط جواز اور متفق علیہ ہیں۔

فتاویٰ خیریہ کی عبارات سے ہمارے دعویٰ کی جزء سادس کہ "امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے غناء کے ممنوع ہونے پر کوئی نص نہیں ہے"۔ اور جزء تاسع کہ "غنا جو کہ فواحش سے خالی ہو عام ازیں کہ مزامیر کے ساتھ ہو یا کہ بغیر مزامیر کے، صحابہ سے لے کر ائمہ مجتہدین تک سب سنتے تھے"۔ اور جزء عاشر کہ "غناء مع المزامیر میں اختلاف صوفیہ کے ماسواہے"۔ ثابت ہوئیں۔

یہاں تک تو بندہ نے اپنے مدعیٰ پر دلائل بھی قائم کئے اور مانعین کے دلائل کے جواب بھی دیئے۔ لیکن مانعین کی ایک دلیل ذرا قوی ہے۔ اس لئے اس کا مستقل جواب پھر ملاحظہ فرماویں۔ دلیل یہ ہے۔

ومن الناس من يشترى لهو الحديث ليضل عن سبيل الله.

یہ حرمت غناء کے متعلق ہے۔ اس کا ایک جواب تو علامہ شامی کی عبارت میں بیان کیا جا چکا ہے۔ دوسرا جواب ملاحظہ ہو۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

عن ابی امامة (رضی الله عنه) قال قال رسول اللهﷺ لاتبيعوا القينات ولاتشتروهن ولاتعلموهن وثمنهن حرام وفى مثل هذا نزلت ومن الناس من

یشتری لھو الحدیث ھذا حدیث غریب و علی بن یزید یضحف فی الحدیث.

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ گانے والی لونڈیاں نہ بیچو اور نہ خریدو اور نہ ان کو گانا سکھاؤ۔ ان کے پیسے حرام ہیں۔ انھی لونڈیوں کے حق میں یہ آیت پاک نازل ہوئی ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ بعض لوگ لھو الحدیث خریدتے ہیں تاکہ لوگوں کو خداوند عالم کے راستہ سے گمراہ کریں۔ اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد صاحب مشکوٰۃ نے فرمایا کہ امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حدیث شریف کا ترجمہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

پس معلوم شد کہ ایں حدیث کہ عمدہ است در حرمت تغنی ضعیف است نزد محدثان و خود محدثان میگویند کہ ہیچ حدیث در حرمت غناء ثابت نہ شدہ

عبارت کا مطلب یہ ہے کہ حرمت غناء میں بڑی عمدہ دلیل یہی حدیث ہے اور یہ حدیث محدثین کے نزدیک ضعیف ہے اور محدثین فرماتے ہیں کہ حرمت غناء میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے مانعین کی یہ بڑی دلیل ہے جس کو خود علامہ شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے رد فرمادیا۔ مانعین کی ایک اور دلیل انہوں نے اعلیٰ حضرت بریلوی اور اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمہما اللہ تعالیٰ کے ملفوظات نقل فرمائے ہیں، تو اس کا جواب واضح ہے۔ کیونکہ ہمارے مشائخ اس کو مطلقاً جائز نہیں فرماتے بلکہ بعض مخصوص حالات میں۔ تو جب آپ نے منع فرمایا تو وہ مقام غناء نہیں ہوگا اور اس وقت گانا اور سننا مناسب نہ تھا۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ آپ علی الاطلاق منع فرماتے ہیں۔ کیونکہ نہایت معتمد ذرائع سے ثابت ہے کہ اعلیٰ حضرت گولڑوی نے غناء کا استماع فرمایا۔ ان اکابر کے اقوال مانعین کی دلیل نہیں ہیں۔ مثلاً حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے عرس پر مزامیر کسی مانع کی وجہ سے نہیں جائے جاتے۔ آخر میں

بندہ مانعین سے چند سوال کرتا ہے۔

سوال اول: حضرت علامہ مولانا السید السند پیر دیدار علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ غناء استماع فرماتے تھے۔ بندہ کو خود ان کی اولاد کے توسط سے علم ہوا ہے۔ تو کیا مانعین کے نزدیک حضرت شاہ صاحب اپنے وقت میں امامت کے اہل نہ تھے اور جن لوگوں نے ان کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں، ان کا اعادہ مانعین کے نزدیک واجب ہوگا اسی طرح کئی اور اکابر بھی ہیں۔ جو غناء استماع فرماتے تھے۔ اور وہ مانعین کے بھی اکابر سے ہیں۔

سوال دوم: آپ مقامات حریری اور سبعہ معلقہ پڑھتے ہیں۔ حالانکہ ان میں اکثر مضامین لھو الحدیث اور فواحش کے قبیلہ سے ہیں۔ مثلاً مقامات حریری میں سروجی ایک لڑکے کو قسم دلاتا ہے (رمی اللہ دواتی بالاقلام) اور سبعہ معلقہ میں (دار جلجل) کے قصے پڑھتے پڑھاتے بوڑھے ہوگئے ہیں اور آپ کو کبھی خیال نہیں آیا کہ ہم یہ لھو الحدیث پڑھ کر اور پڑھا کر فاسق ہو رہے ہیں اور امامت کے قابل نہیں رہے۔ آپ لوگ تو ان لھو الحدیث کے بعد فاسق نہیں ہوتے اور ہم اہل سنت اگر ایک پاک مجلس میں یہ سن لیں۔ محمد کی الفت بڑی چیز ہے...... خدا دے یہ دولت بڑی چیز ہے۔ "ہمارا ناز جو کچھ ہے محمد مصطفیٰ پر ہے"۔ تو آپ کا فتویٰ حرکت میں آجاتا ہے فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

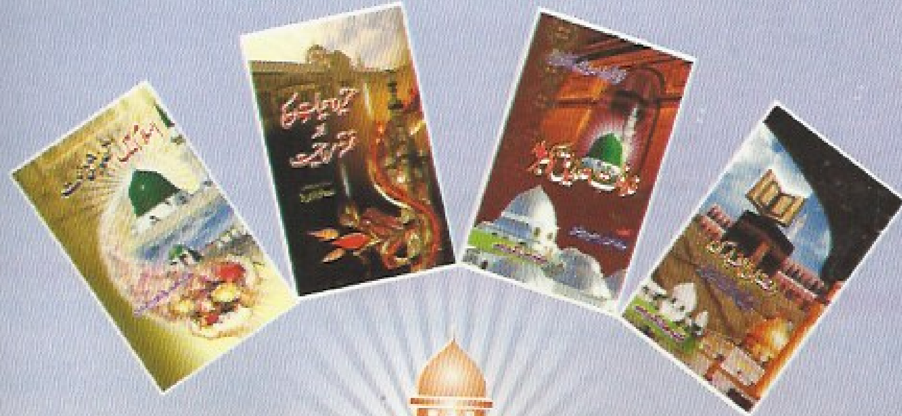
سوال سوم: یہاں دو چیزیں ہیں (اول) تغنی (دوم) آلات لھو تو جس طرح لھو کی مذمت ہے، اسی طرح غناء اور تغنی کی بھی مذمت ہے۔ مثلاً الغناء ینبت النفاق۔ اور غناء یہ ہے کہ موسیقی کے قواعد کے مطابق شعر وغیرہ پڑھے جائیں حالانکہ مانعین کے سامنے قوال لوگ مساجد میں غناء کرتے ہیں اور اسی طرح واعظین وغیرہ کیونکہ آجکل بڑا واعظ وہی ہے جو غناء کے طور پر اشعار پڑھے۔ دراصل قرآن مجید

میں جو لہو الحدیث کا لفظ ہے یہ اضافت الصفۃ الی الموصوف ہے یعنی الحدیث اللہو حدیث تو گانے کا نام ہے نہ کہ آلات کا۔ آلات تو صرف حدیث اور گانے کے معاون ہیں۔ آپ نے لہو الحدیث پر تو کبھی فتویٰ نہیں لگایا۔ اور اس کے معاون (ساز) کو گردن زنی قرار دے دیا۔ واللہ اعلم بالصواب

الفقیر خادم العلماء عطا محمد مدرس دار العلوم

امدادیہ۔ مظہریہ بندیال

ضلع سرگودھا





- نماز کے بعد دعا کی فضیلت
- اہلسنت وجماعت حقیقت کے آئینے میں
- غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں
- پیارے نبی ﷺ کی پیاری دعائیں

